JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 15, Issue: 01, October –December 2021

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

اصلاحِ احوال اور مسائلِ جدیدہ کے حل میں مفتی محمد نور اللہ نعیمی اور فتاوٰی نوریہ کا کردار

An analysis of the reformative efforts of Mufti Noorullah Naeemi through his innovative solutions of modern issues in Fatawa Nooria

*Hafiz Moaz Ahmad**
Ph.D Scholar, Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU, Islamabad.

*Prof. Dr. Ghulam Yusuf**
Chairman, Department of Sharia, AIOU, Islamabad.

Abstract

Mufti Muhammad Noorullah Naeemi was a devout and pious man and held a high position of devotion, trust and piety. He was free from greed and worldly love. Truthfulness, rejection of static imitation and hatred for a sectarianism were his salient features. He understood the changes of the times with God-given religious insight and then guided the contemporaries in the right direction on modern issues. He had a keen eye on jurisprudential details. The inference of the rules was of the path of moderation and caution. He would find a way to ease the problems for the people, but his own action would be based on higher standards of piety. He pointed out the mistakes of the great scholars and corrected them. Fatawa Nooria is a telling proof of his breadth of knowledge and offers religious insights and power of reasoning of the scholar. Some of his fatwas, based on dozens of scholarly resources, meet high research standards. Playing the role of a great mujtahid, he accepted the challenge of the times, and presented the solution of modern problems in the light of the Holy Quran, Sunnah and the sayings of Imams and jurists. He not only took a stand on some of issues mentioned by the forefathers, but also took a stand on the solution of modern issues. In his fatawa, he upheld the highest standard of research. However, when he was asked about any question that he could not adequately answer, he was not reluctant to admit his inability to issue fatwa.

Keywords: *fatawa Nooria, Mufti Noor ullah Naeemi, Modren Issues, Reformative Efforts.*

آغازِ سخن

بنی نوعِ انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لئے، رب کائنات نے انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری فرمایا جو ہمارے نبیٔ محتشم ﷺ پر اختتام پذیر ہوا۔ پھر حکم ہوا: " وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِوأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ "[1]ضرور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور برائی سے منع کیا کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

چنانچہ اس فریضۂ خداوندی کی تکمیل کے لئے، دینِ قیّم کی اشاعت و تبلیغ کے لئے،اس عالم گیر پیغام کو کونے کونے تک پہنچانے کے لئے، کفر وضلالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتی انسانیت کو نور اسلام کے اجالے میں لانے کے لئے، اہلِ اسلام کے مکدر دلوں سے غفلت کا پردہ ہٹانے کے لئے، عمل کی سستی دور کرنے اور خوابِ غفلت سے جگانے کے لئے، خارجی واجنبی گمراہ کن تاثرات و تحریکات سے دل ودماغ کو محفوظ بنانے کے لئے اور غیر مسلم اقوام تک پیغام رشد وہدایت پہنچانے کے لئے، ہر دور میں اللہ پاک امت مصطفےٰ میں ایسے افراد پیدا فرماتا رہا ہے جن کا ظاہر و باطن سیرت وکردار اور علم و عمل نبی اکرم ﷺ کا کامل نمونہ تھا بلاشبہ حضرت علامہ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ، اسلاف کاملین کا عکس تام اور رسول اولین وآخرین کی سیرت وکردار کا مظہر کامل تھے۔

آپ ولایت ووراثت محمدیہ کے جلووں سے مستنیر اسی پاکیزہ گروہ سے اپنے وقت کے فردِ وحید اور درّیکتا تھے جو "احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل"[2] پر مستقیم " وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِم "[3] اور " أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَان "[4] نیز " وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى "[5] جیسی عظیم ولازوال عظمتوں اور اخلاقِ حمیدہ سے متخلق ومتزین پھر "ینظر بنور اللہ "[6] فراست کے مالک تھے۔

فقیہ کی تعریف اور اس کا مصداق

اہلِ اصول کی اصطلاح میں فقہ احکامِ شرعیہ وفرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو دلائلِ تفصیلیہ سے مستنبط ہو[7]، اس علم کے ماہر کو فقیہ کہتے ہیں۔ مگر اہلِ حقیقت کے ہاں فقیہ وہ ہوتا ہے جو علم و عمل کا جامع ہو۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں : "انما الفقیہ الزاہد فی الدنیا الراغب فی الاخرۃ البصیر بدینہ المداوم علی عبادۃ ربہ الورع والکاف عن اعراض المسلمین العفیف عن اموالھم الناصح لجماعتھم "[8] فقیہ دنیا میں زاہد، آخرت میں راغب، دین کا دیدہ ور، مستقل عبادت گزار، متقی، مسلمانوں کی عزتوں کا محافظ، لوگوں کے مال سے بچنے والا اور لوگوں کو نصیحت کرنے والا ہوتا ہے۔

بلاشک وریب ابوالخیر نعیمی علیہ الرحمۃ اپنے قول وفعل اور کردار و عمل میں اس تعریف کے مصداق تھے۔ آپ کو متعدد علماء ومشائخ بالخصوص استاذِ گرامی سید ابوالبرکات قادری علیہ الرحمۃ نے فقیہِ زمان، محدثِ دوران، فقیہ العصر، مفتیٔ اعظم فقیہ اعظم اور فقیہ النفس

کے القاب سے ممتاز فرمایا۔آپ واقعی مذکور تعریف میں بیان شدہ اوصاف کے جامع تھے۔آپ کی زندگی کے شب و روز کے معمولات اس پر شاہد عادل ہیں کہ آپ کی ذات میں دنیا سے دوری، آخرت میں رغبت اور عبادت کا ذوق نمایاں تھا۔

زہدوعبادت

صوفی علی محمد نوری[9] لکھتے ہیں کہ تعلیمی زندگی کے آٹھ سالہ دور میں ایک مرتبہ بھی آپ کو بغیر جماعت کے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ دائیں پہلو میں اکثر آپ کو درد ہو جاتا، جس وجہ سے آپ میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہتی۔ تو مجھے فرماتے: صوفی صاحب! "تو نے عشاء کی نماز میرے ساتھ پڑھنی ہے۔" چنانچہ پچھلی رات تشریف لاتے اور مجھے ساتھ ملا کر جماعت کراتے۔ حالتِ مرض میں آپ کے اتباعِ سنت کے اہتمام کو دیکھتے تو نبی پاک ﷺ کی علالت میں اہتمامِ نماز کا نقشہ سامنے آ جاتا۔[10] جب تک طاقت رہی کھڑے ہو کر ہی نماز ادا فرماتے رہے۔ جب کمزوری غالب آ گئی تو خادم یا کسی دیوار کے سہارے نماز میں قیام کرتے۔

نوافل سے محبت آپ کو سنِّ شعور سے ہی نصیب ہو چکی تھی۔ تہجد کا التزام، اشراق وچاشت کی چاہت، سفر و حضر میں آمد و رفت پر نفل، نذر کی تکمیل پر نفل، شکرانے کے نفل، فرحت و غم میں رجوع الی اللہ کی صورت میں نفل، منازلِ جسمانی و روحانی کی تکمیل پر نفل بالخصوص نمازِ تہجد سے تو آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔

جب بھی مسجد میں تشریف لے جاتے اگر نماز کا وقت ہوتا تو سنت ادا کرتے وقت ساتھ ہی تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو کی نیت فرما لیتے ورنہ تحیۃ المسجد ضرور ادا کرتے، اگر نوافل کا وقت نہ ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتے کھڑے رہتے۔ کامل وقت داخل ہوتا تو تحیۃ المسجد ادا کر کے بیٹھتے۔

مئی 1962ء میں غیر متوقع طور پر اچانک حاضری حرمین طیبین کا بلاوا آیا تو شدید مصروفیات کی وجہ سے روانگی کے وقت مسجد میں نوافل کی ادائیگی کا یاد نہ رہا چنانچہ کراچی پہنچ کر خط لکھا: "میں آتی مرتبہ بھول گیا، مسجد میں دوگانہ پڑھنا رہ گیا میری طرف سے ابوالفضل اور محمد ظہور اللہ (دونوں بیٹے) دو دو رکعت مسجد میں ادا کر کے میرے لئے دعا کر دیں۔"[11]

تقویٰ

تقویٰ پر عمل عام آدمی کے لئے دو دھاری تلوار پر چلنے کے مترادف ہے مگر جس کے لئے اللہ پاک آسان فرمادے۔ اعلیٰ مراتب و منازل کے لئے تقویٰ بھی اعلیٰ درجے کا درکار ہوتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کس قدر محتاط زندگی گزارتے تھے۔ ذیل میں چند باتیں اس کی وضاحت کے لئے ملاحظہ ہوں۔ 1965ء کی بات ہے کہ حضرت نعیمی علیہ الرحمۃ سفر حرمین میں مرزا محمد ایوب کے ہاں ٹھہرے جو جدہ میں پاکستانی سفارت خانہ میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ رات آرام کے لئے چھت پر بستر لگا دیا۔ آپ کو پیاس لگی، پانی کی صراحی موجود تھی مگر نہ پیا رات بارہ بجے جب صاحبِ خانہ تشریف لائے تو اجازت لے کر پانی نوش فرمایا۔[12]

1972ء کے حج میں آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد اور مرید مولانا محمد منشاء تابش قصوری[13] شامل تھے۔ آپ نے انہیں ایک دن مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اپنی ڈاک لانے کے لئے بھیجا جو ان کے پتہ پر آتی تھی۔ ڈاک لانے گئے تو مولانا اپنی مسند

پر موجود نہ تھے ، بغیر اجازت لے آئے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ بغیر اجازت ڈاک لایا ہوں تو آپ نے خطوط پڑھنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: اس شرط پر پڑھتا ہوں کہ تمہیں ان کے ہاں جاکر غلطی کا اعتراف کر کے معافی طلب کرنا ہو گی۔ عصر کے بعد حاضر ہو کر سارا معاملہ عرض کیا اور معافی طلب کی تو مولانا ضیاء الدین نے فرمایا: " بھئی ! کیا ہوا۔ اس میں کون سی غلطی ہے ، آپ نے اچھا کیا، وقت پر خطوط پہنچائے ، مگر دیکھئے کہ تمہارے استاذ کتنے بڑے متقی ہیں ، جہاں معمولی سی مشتبہ بات دیکھی اپنا ردِّ عمل ظاہر فرما دیا۔۔۔"[14]

حضرت فقیہ اعظم اپنے چند تلامذہ کے ساتھ ٹرین میں لاہور سے بصیر پور کا سفر کر رہے تھے۔ اسی ٹرین میں حضرت خواجہ میاں علی محمد خاں صاحب[15] بسی شریف والے سوار ہوئے۔ ملاقات ہوئی تو میاں صاحب نے مٹھائی اور فروٹ کی صورت میں کچھ ہدایا پیش کئے جن میں طلباء کو بھی شامل کیا۔ آپ خود اور دیگر ساتھی بصیر پور اسٹیشن اتر گئے ، ایک ساتھی خواجہ غلام حسین سدیدی صاحب[16] نے حویلی وساوے والا جانا تھا، وہ نہ اترے۔ مدرسہ پہنچ کر آپ نے وہ ہدایا اپنے ہم سفر طلباء میں تقسیم فرما دیے کچھ گھر استعمال کر لئے۔ دوسرے یا تیسرے دن حضرت کا انہیں خط ملا، لکھا تھا: "خواجہ صاحب ! آپ نے شرم وحیاء کی حد کر دی اور ہمارا نقصان کر دیا۔۔۔ حضرت میاں صاحب نے جو تحائف دیئے تھے اس میں آپ بھی شامل تھے۔ لیکن آپ نے مطالبہ نہ کیا اور ہمیں یاد نہ رہا، ہمیں ذہول وسہو ہو گیا ہم نے وہ استعمال کر لئے ، اس کی شامت یہ پڑی کہ ہماری نمازِ تہجد قضا ہو گئی ، لہٰذا فوراً بصیر پور آؤ، آپ کا جو حق بنتا ہے اس کی قیمت ہم سے وصول کر لو۔"[17]

دار العلوم کے بصیر پور منتقل ہونے کے ابتدائی ایام میں ، رمضان المبارک کی افطاری کے لئے ایک تھانیدار نے چینی بھیجی ، شربت بنایا گیا۔ آپ نے پوچھا چینی کہاں سے آئی ہے ؟ (ان دنوں چینی نایاب تھی ڈپو سے ملتی تھی) بتایا گیا کہ تھانیدار نے بھیجی ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لئے مباح ہے ، مگر میں نہیں پیوں گا، کیونکہ تھانیداروں کی روزی مشکوک ہوتی ہے۔

فرید پور جاگیر میں طلباء کے لئے کسی گھر سے پکا ہوا گوشت آیا، تقسیم کر دیا گیا بھوک لگی ہے کھانا ہی چاہتے تھے کہ کسی نے آکر بتایا کہ یہ گوشت چوری شدہ گائے کا ہے۔ آپ نے فوراً اسے ضائع کرنے کا حکم دے دیا۔[18]

دینی بصیرت

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کو اللہ پاک نے کس دینی بصیرت سے نوازا تھا اس کا اندازہ فتاویٰ نوریہ کے قاری کو دوران مطالعہ خود بخود ہوتا چلا جاتا ہے۔

مثلاً: زخمیوں کے لئے خون کے استعمال پر فتویٰ آپ نے صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب[19] کے استفتاء پر لکھا تھا۔ انہوں نے چند مزید مسائل جدیدہ پر تحقیق کے بارے لکھا تو آپ نے جوابی مکتوب میں تحریر فرمایا: "۔۔۔ حضرت کا حسن ظن ہے، میں کیا اور میری صلاحیت کیا ہے۔۔۔ اصل مصیبت اپنوں کا انتشار اور تقلید بے جا ہے۔ اقوال مشائخ کو کتاب وسنت کا درجہ دیا جا رہا ہے۔۔۔ طرفہ یہ کہ ضرورت وقت اور تغیر زمانی کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ مشائخ کرام نے بڑا لحاظ فرمایا ہے۔۔۔ اندریں حالات ہمارا خدا حافظ ہے۔

آپ خود ہی خیال فرمائیں کہ لاوڈ سپیکر مفسدِ نماز ہے۔ چلتی گاڑی میں نماز ناجائز، ریڈیو کا اعلان غیر معتبر، ٹیلیفون نا قابل اعتماد، ضرورتِ شدیدہ کے وقت جان بلب غازی کو خون دینا حرام وغیرہ وغیرہ مسائل وفتاویٰ ہیں جو علماءِ عظام صادر فرمارہے ہیں اور کثرت محض تقلید پر ہے... ہم قرآن پاک اور حدیث پاک کے نصوص پیش کریں تو کوئی اعتبار نہیں [20]، بلکہ الٹی دشمنی بن جاتی ہے۔ ورنہ میرا ایمان اور حقیقت ہے کہ ہمارا دین حرج سے پاک ہے اور حل مشکلات کے وقت ٹھوس حل مل سکتا ہے... "[21]

دنیاوی مال سے اعراض واستغناء

استغناء اور دنیوی مال سے بے رغبتی آپ کی ذات میں نمایاں اوصاف تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ استغناء وتوکل آپ کی زینت تھے۔ ہمیشہ جلبِ زر اور طلبِ دنیا سے پہلو تہی کی۔ یہ استغناء کی ایک معمولی سی جھلک ہے۔ آپ نے کبھی لوگوں کی جیبوں پر نظر نہیں رکھی اور نہ ہی ان سے کبھی مال وزر کا مطالبہ کیا، بلکہ اپنے تلامذہ ومریدین سے بھی اس کا تقاضا کبھی نہ کیا۔ اپنی ذات کو دی جانے والی رقوم وہدایا سے بھی حسبِ ضرورت لیتے اور باقی رقم دارالعلوم پر خرچ کر دیتے۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید حاجی محمد اسحاق صاحب نے پاکپتن میں ایک ہزار روپے (تب یہ خاصی بڑی رقم تھی) حضرت صاحب کو ان کی ذات کے لئے دیئے۔ چند دنوں بعد آٹھ سو روپے کی رسید لاہور کے ایڈریس پر حاجی صاحب کو بھیج دی۔ یعنی دو سو روپے اپنی ضرورت کے لئے رکھ لئے باقی آٹھ سو (800) مدرسہ کے فنڈز میں جمع کرادیے۔[22] آپ نے ساری زندگی فتویٰ نویسی کے فرائض للّٰہیت اور خدمتِ خلق کے لئے انجام دیے۔اس کام کو آپ نے کبھی بھی جلبِ زر اور طلبِ دنیا کا ذریعہ نہ بنایا۔ تعلیم وتدریس اور جملہ انتظامی امورِ مدرسہ کی شدید مصروفیات کے باوجود خدمتِ دینِ متین کی خاطر یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔

فقہی جزئیات پر نظر

حضرت فقیہِ اعظم علیہ الرحمۃ کی علمِ فقہ میں فقہی جزئیات پر گہری نظر تھی۔ فتاویٰ نوریہ اس پر شاہد عادل ہے۔ یہاں ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ایک سفرِ حج میں عرفات سے واپسی مزدلفہ میں نمازِ مغرب وعشاء ادا کرنے کے بعد نہایت ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔آپ نے احرام کی چادر سے اپنے سر کو مضبوطی سے باندھ لیا حالانکہ حالتِ احرام میں سر ننگا رکھنا ضروری ہے۔ساتھیوں نے عرض کیا یہ کیا معاملہ ہے ؟آپ نے فرمایا: فقہائے کرام نے مجبوری کے پیشِ نظر یہ گنجائش بیان کی ہے کہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو سر ڈھانپنے کی صورت میں دم لازم نہیں ہوگا۔اس صورت میں سر ڈھانپنے کا صدقہ دو کلو گندم کی ادائیگی تھا مگر آپ نے اپنے تقویٰ کی بنیاد پر بیس سیر گندم صدقہ فرمادی۔[23]

احکام میں اعتدال وخیر خواہی

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ استنباطِ مسائل میں اعتدال واحتیاط کی راہ پر گامزن رہے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ رسولِ مقبول ﷺ کی امت کو تنگی میں نہیں ڈالنا چاہیے۔جس امر میں مباح کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہو اسے حرام کہہ کر مسلمانوں کو دین سے متنفر نہیں

کرنا چاہیے۔ فقہی جزئیہ کے مطابق کاغذ کو ناپاکی میں استعمال کرنا مکروہ کہا گیا ہے ،اس لئے ٹشو پیپر کے استعمال کو بعض علماء نے مکروہ قرار دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ٹشو پیپر کا رواج عام نہیں ہوا تھا۔ جب آپ سے اس کے استعمال کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے لا کر دکھاؤ۔ دیکھنے کے بعد پوچھا کہ کس مقصد کے لئے بنا ہے۔ لکھ کر دیکھا تو اس پر قلم کی سیاہی پھیل گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا استعمال جائز ہے ، کیونکہ ایک تو یہ طہارت کے لئے بنایا گیا ہے دوسرا یہ کہ یہ لکھنے کے استعمال میں نہیں آتا للذا فقہی کلیے کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اچھی چیز ہے مجھے بھی لا کر دیں۔[24]

گھڑی میں دھات کا چین استعمال کرنے پر آپ کا فتویٰ جواز کا ہے[25] مگر اپنے تقویٰ وورع کی بنا پر ایسا چین خود کم پہنتے ، بلکہ زیادہ تر چمڑے یا ریکسین وغیرہ کا چین استعمال کرتے۔ یعنی اپنا عمل احتیاط پر مبنی تھا۔ اسی طرح ایامِ حج میں احرام کی حالت میں اپنے گھر کی مستورات کے لئے خصوصی پردے کا انتظام کیا جاتا۔ جس سے کپڑا چہرے کو نہ مس کرے اور پردہ بھی برقرار رہے مگر عمومی فتوی پردے کے بارے میں یہی کہ عورتوں کے لئے احرام میں پردہ لازم نہیں۔ کیونکہ اس میں مشقت بڑھ جاتی ہے۔
آپ کے ایک شاگرد و مرید نے مکتوب میں سوال کیا کہ نماز فجر کی جماعت کا مستحب وقت کیا ہے ؟ تو آپ نے جواب میں لکھا : "
... واقعی نمازِ صبح میں اسفار مسنون اور بہتر ہے مگر اول وقت پڑھنا بھی جائز ہے ---اس مسئلہ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے **...**"۔[26]

تسامحات پر اصلاح

اہل سنت کے ممتاز عالم دین حضرت شاہ محمد عارف اللہ قادری (م1979ء)[27] کی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ "سالک" کے شمارہ دسمبر 1961ء میں ،نصاریٰ کی مدد سے تعمیر مسجد کے جواز پر ، اہل سنت کے معروف مفتی سید مسعود علی شاہ قادری (م1993ء)[28] کا فتویٰ شائع ہوا، حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی نظر سے گزرا تو آپ نے مفتی صاحب کو لکھا :

"اس میں حضرت کا ارشاد ہے : نصاریٰ وغیرہ بھی ہماری مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد سے مسجد تعمیر کرانا جائز ودرست ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

محض نیاز مندانہ حیثیت سے معروض کہ فقیر کی نظرِ قاصر میں یہ فتویٰ نظرِ ثانی کا محتاج ہے۔ مزید لکھتے ہیں :

> "... یہ بھی واضح کہ مسجدِ قدس (بیت المقدس جو ان کی خصوصی ملی مسجد بحیثیت قبلہ ہے) کے وقف پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ دوسری مساجد پر خرچ کرنا یا وقف کرنا بھی ان کے نزدیک قربت اور نیک کام ہے ، قیاس مع الفارق ہے "۔[29]

پھر اس کے بعد فقہ کی پانچ کتب معتبرہ کے حوالہ ومتون نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

> "ثابت ہوا کہ نصاریٰ ہر ایک مسجد پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام نہیں سمجھتے تو ان کی اس امداد سے تعمیر مسجد بلا مضائقہ کیونکر درست ہوگی ؟ پھر اس نازک دور میں (جبکہ عیسائیوں کی ریشہ دوانیاں اور تبلیغی سرگرمیاں نقطۂ ارتقاء پر پہنچ چکی ہیں) عوام اہلِ اسلام کو یہ کہنا کہ عیسائی ہماری مسجدوں پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں عوام کے

لئے کسی غلط فہمی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کمپنی والے نصاریٰ[30] اپنے مسلم ملازمین سے کئے گئے معاہدہ کی بناپر ان کی ضروریات کے لئے روپیہ ان کے ملک کردیں تووہ مسلمان اپنے ارادہ واختیار سے اپنا روپیہ جانتے ہوئے تعمیرِ مسجد پر خرچ کریں جیسے کہ فقیر مال زکوۃ کا مالک بننے کے بعد تعمیرِ مسجد میں خرچ کرسکتا ہے......"۔[31]

ماہ نامہ "ماہِ طیبہ "سیالکوٹ میں طلاق کا ایک مسئلہ شائع ہوا۔ حضرت نے غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے مدیر ماہِ طیبہ کو تحریر فرمایا: "۔۔۔یہاں دارالعلوم میں متعدد حضرات کے نام "ماہِ طیبہ "آتا ہے مگر چونکہ عدیم الفرصتی کی بناپر میں ہمیشہ نہیں دیکھ سکتا۔ایک عزیز کے دکھانے سے بہت دیر کے بعد مسئلہ کتابتِ طلاقِ مُکرہ نظر سے گزراکہ طلاق صحیح ہے اور واقع ہو جائیگی ... اس کے متعلق محض اظہارِ حق اور تعلیماتِ دینیہ کی بناپر معروض کہ جواب یوں چاہیے "طلاق صحیح نہیں، واقع نہیں ہوئی..."

فتاوٰی قاضی خاں، جلد 2، صفحہ 219، خلاصۃ الفتاویٰ جلد 2، صفحہ 91، بحر الرائق عن الخانیہ، جلد 2، صفحہ 246، وایضا عن البزازیہ، شرح الاشباہ للحموی عن مجمع الفتاویٰ، صفحہ 567، فتاویٰ عالمگیری، جلد 2، صفحہ 63-64، شامی جلد 2، صفحہ 579 میں ہے: "والنظم لہ فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امراۃ فکتب لا تطلق..."

نیز شامی علیہ الرحمۃ نے عبارت درالمختار کو بحر سے "ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق" نقل کرکے مقید فرمادیا...۔ بہر حال شمس وامس کی طرح واضح ہوا کہ حالتِ اکراہِ شرعی میں کتابتِ طلاق کا اعتبار نہیں اور یہی بہار شریعت جلد 8 صفحہ 10 میں ہے لہٰذا تصحیح فرمادیں... نیز اگر بالفرض طلاق صحیح ہوتی تو لفظ استقبال تب بھی صحیح نہ ہوتا بلکہ "واقع ہوگئی" ہوتا...[32]

اسی طرح آپ کے فتاویٰ میں مختلف مقامات پر تسامحات پر گرفت کے علاوہ فقہی مسائل پر محاکمات بھی ہیں۔ مثلاً جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے فرائض باجماعت ادا نہ کرسکا، کبیری اور بہارِ شریعت کے حوالے سے استفتاءات میں وتر باجماعت میں عدمِ شرکت کے بارے میں سوال کیا گیا توآپ نے ایسے شخص کے بارے وتروں کی جماعت میں شامل ہونے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے قرآن وسنت اور متونِ فقہ سے دلائل رقم فرمائے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

> " بلاشک وریب شامل ہو سکتا ہے کہ ایسی جماعتِ وتر بالاتفاق جائز ومشروع ہے اور جماعتِ جائز ومشروع کے ساتھ نماز ادا کرنا بحکمِ قرآنِ کریم جائز ہے کہ اس جماعت کے نمازی راکعین ہیں۔اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: "وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ"[33] یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔اور حدیث صحیح میں ہے: "انما جعل الامام لیوتم بہ"[34] اور یہ بھی ہے: "وما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا"[35] لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "الصلوۃ احسن ما یعمل الناس واذا احسن الناس فاحسن معھم"[36]

اسی بناپر معتبراتِ مذہبِ مہذب حَنَفِیہ متون وشروح وفتاویٰ وحواشی بالاتفاق ماہِ رمضان المبارک میں علی الاطلاق وتر باجماعت ادا کرنے کے جواز واستحباب سے گونج رہے ہیں حالانکہ اگر صرف متون میں ہی ہوتا اور شروح وفتاویٰ میں اس کے خلاف ہوتا تب بھی جائز رہتا

کہ محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ مسئلۂ متون، مسئلۂ شروح وفتاویٰ سے مقدم ہوتا ہے ... چہ جائیکہ سب جواز پر متفق ہیں اور مقابلہ میں صرف قہستانی ہے، جس کے متعلق علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "والقهستاني كجارف سيل وحاطب ليل "[37] العقود الدریۃ صفحہ 356، جلد 2 اور ردالمحتار کے رسم المفتی صفحہ 65 ج 1، میں شرح قہستانی کو غیر مستند قرار دیا اور تصریح فرمائی کہ اس سے فتویٰ دینا جائز ہی نہیں جب تک کہ منقول عنہ کا علم نہ ہو...."[38]

مولانا قاری رضاء المصطفےٰ اعظمی صاحب خطیب نیو میمن مسجد (کراچی) نے آپ کو خط لکھا کہ سنا ہے آپ نے بہارِ شریعت کے بعض مقامات پر اعتراضات کئے ہیں تو وہ کیا ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ تحدی کی حد تک مندرجات ہوں۔ آپ نے ان کی تحدی والی تعلّی پر ناصحانہ انداز سے فہمائش کی اور اپنے بارے لکھا: "باقی بہارِ شریعت پر اعتراضات تو میری کیا جرات کہ حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ کی وہ مقبول تالیف مبارک جو تقریظ مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ سے آراستہ ہو۔ حضرت میں ایک کم علم طالب علم ہوں، ایسی کوئی بات نہیں البتہ بعض مسائل کے متعلق اتفاقیہ کوئی بات ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے۔" بعد ازاں انتہائی ادب کے انداز میں آپ نے تین مسائل پر اپنے تعقبات مدلل انداز میں تحریر فرمائے۔[39]

اوصافِ مفتی وفقیہ

ایک فقیہ و مفتی میں جن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے وہ تمام تر آپ کی ذات میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمۃ[40] نے فتاویٰ نوریہ کی تقریبِ تعارف منعقدہ 4 جون 1980ء بمقام نیشنل سنٹر لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> "مفتی کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے (1) علمی وسعت، (2) ایمانی فراست (3) دیانت (4) تزکیہ نفس یعنی طہارتِ ظاہر و باطن۔ یہ چار چیزیں اگر مفتی میں ہیں وہ صحیح معنی میں رہنمائی کر سکتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم میں یہ چاروں بتمام وکمال پائی جاتی ہیں۔"[41]

علمی وسعت

فتاویٰ نوریہ کی پانچ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحّرِ علمی، وُسعتِ مُطالعہ، قوتِ استدلال اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کے بعض فتاویٰ اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ جن میں بیسیوں مآخذ کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ مثلاً:

عیدین کی نماز کا آخری وقت واقعی نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت میں ابتداءً چار آیات کا حوالہ دیا گیا ہے۔[42] پھر اس کے بعد چھ احادیث سے اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے۔[43] پھر معتبر کتب فقہ سے ایک سو اٹھائیس (128) سے زائد حوالے دیے گئے ہیں۔[44] طلاق سے متعلق ایک فتویٰ جو پندرہ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں ایک سو اٹھارہ سے زائد کتب کے حوالہ جات دیے گئے ہیں

[45]۔قربانی کے جانور کے سینگ سے متعلق ایک فتوی جو دس صفحات پر مشتمل ہے، اس میں بیاسی حوالہ جات دیے گئے ہیں [46]۔ دنبے کے قربانی سے متعلق دو صفحات پر مشتمل فتویٰ میں چھبیس سے زائد حوالہ جات دیے گئے ہیں۔ [47]

فراستِ ایمانی

حضرت مفتی محمد نوراللہ نعیمی علیہ الرحمۃ کواللہ پاک نے فقہی بصیرت کے ساتھ فراست ایمانی کی قوتِ ارزانی سے بھی نوازا تھا۔آپ ایک کامیاب معلم اور عظیم مفتی و مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر نباض بھی تھے۔انفرادی واجتماعی خرابیوں پرآپ کی کڑی نظر ہوتی۔

ایک مرتبہ اکثر طلباء نے ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے روزے رکھنا شروع کردیے سحری وافطاری کا خود انتظام کرنے لگے نتیجتاً طلباء کا وقت ضائع ہونے لگا۔ پکا ہوا کھانا ضائع ہو جاتا۔ سحری کی بیداری حصولِ علم میں روکاوٹ بننے لگی۔ نیز افطاری کرتے ہوئے مغرب کی جماعت ضائع ہو جاتی۔ بعض طلباء کی طرف سے سحری وافطاری کا مطالبہ ہونے لگاجو انتظامی دشواریوں کی وجہ سے ممکن نہ تھا اس پس منظر میں فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے بعد نمازِ عشاء مسجد میں تمام طلباء کو خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں فوائد روزہ کے اعتراف کے ساتھ نفسِ امارہ کی خرابیوں سے مطلع فرماتے ہوئے کہا: جو روزہ نفس کی بہیمیت کو ختم کرنے کی بجائے مزید کھانوں کا مطالبہ کرے وہ دراصل نفس کی شرارت ہے۔ شیطان نیکوں کے پاس نیک، صوفیوں کے پاس صوفی، علماء کے پاس عالم اور عبادت گزاروں کے پاس عابد بن کرآتاہے اور دھوکہ دیتاہے چھوٹی نیکی کو مزین کر کے بڑی نیکی سے ہٹاتاہے۔ نیز فرمایا کہ لوگ تمہارے تعلیمی اخراجات کے عطیات دیتے ہیں۔ تم تحصیل علم کی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر نفلی روزوں میں مبتلا ہو کر اپنے مقصد کو فراموش کر رہے ہو۔ [48]

آپ نے ایک حقیقی مفتی و مجتہد کا کردار ادا کرتے ہوئے زمانے کے چیلنج کو بھی قبول کیا اور اپنی ایمانی فراست سے عصری مسائل کا حل قرآن وسنت اور اقوال ائمہ وفقہاء کی روشنی میں پیش کیا۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال [49]، انگریزی اور ہومیوپیتھی ادویات کا استعمال [50]، جاں بلب مریضوں کے لئے عطیہ خون [51]، کتابت نسواں [52]، ریل گاڑی [53] اور ہوائی جہاز [54] میں نماز، رؤیت ہلال اور ٹی وی ،ریڈیو پر اعلان چاند [55]، روزہ کی حالت میں انجکشن [56]، بلغاریہ اور ڈنمارک وغیرہ میں جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں غروب آفتاب کے بعد جلد ہی صبح طلوع ہو جاتی ہے اور بعض وہ علاقے (قطب شمالی اور قطب جنوبی) جہاں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہوتی ہے ایسے علاقوں میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے تعین [57]، حج کے لئے تصویر کا جواز [58]، گھڑی کا چین [59]، ایّامِ تعطیلات میں تنخواہ لینے کا حکم [60]، یہودی سلطنت کی نفی اور اس کا رد [61] وغیرہ جیسے مسائل کا حل آپ کی فراستِ ایمانی اور مجتہدانہ بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ذیل میں ایک استفتاء پیش کیا جاتاہے جو آپ کی فقیہانہ بصیرت وفراست کو واضح کر رہاہے۔آپ سے سوال کیا گیا:

ایسی دوتوام (جڑواں) لڑکیاں جو پیدائشی طور پر ان کے کندھے، پہلو کولہے کی ہڈی تک باہم جڑے ہوں جو جدا نہ کی جاسکتی ہوں، کیاایک مرد کے نکاح میں آسکتی ہیں؟ اگر جواب "ہاں" ہے تو کیا دلیل ہے؟

اگر دو مردوں کے نکاح میں دے دی جائیں تو متعدد دشواریاں ہیں:
کیا ضمانت کہ مرد اپنی منکوحہ سے ہی صنفی تعلقات محدود کر سکے گا؟
ازدواجی تعلقات کے وقت دوسری ضرور متاثر ہوگی۔
افزائش نسل کے مقصد پر ضرب لگے گی۔
حیا مجروح ہوگی۔
رقیبانہ جذبات پیدا ہوں گے۔
مذکورہ سوالات کے جوابات میں حضرت نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"ایسے نادر الصورۃ بچوں کا پیدا ہونا ہی نہایت نادر ہے۔ پھر عرصہ تک بہ ہیئت کذائیہ زندہ رہنا غالباً تخیلاتِ شاعرانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ایسے سوالات اسکاتِ علماء کے لئے وضع کئے جاتے ہیں مگر بفضلہٖ وکرمہ تعالیٰ شریعتِ غراء کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں۔ شرعاً ایسی صورت میں نکاح حرام ہے خواہ ایک مرد سے دونوں کا یا ایک معینہ یا غیر معینہ کا یا دو مردوں سے بالتعیین یا بالابہام ہو کہ ہر شق پر کئی حیاء سوز حرکات کا لزوم ہوگا، قرآن کریم فرماتا ہے: "لَاتَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ"[62] نیز ارشاد ہوا" قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"[63] رہے وہ فتنے جو جوانی سے لاحق ہوا کرتے ہیں تو ان کا علاج وہی ہے جو قرآن کریم نے تجویز فرمایا اور حدیث شریف نے تشریح فرمائی۔ سورہ نور کا نورانی ارشاد ہے: " وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ"[64] اور حدیث متفق علیہ میں ہے: "ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء "[65] تو ان لڑکیوں پر لازم کہ پرہیز اختیار کریں اور بوقت ضرورت روزے رکھا کریں۔"[66]

تزکیہ نفس

حضرت نعیمی علیہ الرحمۃ کی شخصیت میں اتباعِ نبوی کا رنگ غالب تھا۔ طبیعت میں سادگی، ظاہر و باطن میں پاکیزگی، حرص ولالچ اور طمع سے نہ صرف دوری بلکہ بیزاری اور مالک کی فرمانبرداری جیسے خصائل وفضائل آپ کی ذات میں نمایاں تھے۔

امانت ودیانت

حضرت فقیہِ اعظم علیہ الرحمۃ تقویٰ وورع کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ جس کی وجہ سے آپ کا ہر ہر فعل سنتِ نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آتا۔ آپ علیہ الرحمۃ کے حسنِ امانت سے نبی پاک ﷺ کی امانت کی جھلک نظر آتی تھی۔ اس کی ایک مثال دار العلوم کے فنڈز سے متعلق آپ کا محتاط رویہ تھا۔ کُرتے کے نیچے آپ کی اندرونی صدری کی دو جیبیں تھیں۔ دائیں طرف کی جیب میں دار العلوم کی رقم رکھتے اور بائیں طرف والی ذاتی رقم کے لئے خاص تھی۔ مدرسہ کے فنڈز کے بارے اس قدر محتاط تھے ضرورت یا مجبوری کے بغیر اصل نوٹوں میں بھی تبدیلی نہ کرتے۔ ایک مرتبہ مدینہ شریف میں کچھ لوگوں نے مدرسہ کے لئے ریال دیے حاجی محمد اسحاق نوری

صاحب نے پانچ سو ریال کے نوٹ کا چینج لینا چاہاتوآپ نے فرمایایہ دارالعلوم کی رقم ہے اس سے نہیں دیا جاسکتا۔انہوں نے کہاکہ ریال کی صورت میں تو یہ پاکستان لے جانا ممکن نہیں۔آپ نے فرمایا:جب ایئر پورٹ پر چینج کے بغیر کوئی چارہ نہ ہواتوآپ بھی لے سکیں گے۔یعنی مدرسہ کے فنڈز میں کسی طرح کی دخل اندازی گوارانہ تھی بلکہ ذاتی رقم بھی دارالعلوم پر قربان کردیتے۔[67]

تقلیدِ جامد سے انحراف

ایک مفتی و مجتہد تقلیدِ جامد کا شکار نہیں ہوتا بلکہ زمان ومکان کے بدلتے تقاضوں کے مطابق معاشرے کی صحیح سمت راہنمائی کرتاہے۔ حضرت نعیمی علیہ الرحمۃ کا یہ کارنامہ ہے کہ آپ نے اس وقت فقہی ارتقاء کی نئ سمتیں متعین کیں اور استنباط واجتہاد کے جدید امکانات کی نشاندہی کی جب عام طور پر علمائے کرام تقلیدِ جامد یا شدتِ احتیاط کی وجہ سے مسائلِ جدیدہ پر رائے زنی سے احتراز واجتناب کارویہ اختیار کئے ہوئے تھے۔آپ کا یہ اقدام لائقِ صد تحسین ہے۔رسالہ " مکبّرالصوت "پر اپنا نقطہ نظر سراج الفقہاء مولانا سراج احمد خاں پوری (م1972ء)[68] نے ایک خط میں اس طرح تحریر فرمایا: "۔۔۔علینا اتباع ما صححوہ ورجحوہ کما لو افتونا فی حیاتھم "کی بناپر بندہ ہر مسئلہ میں تقلید امام اعظم بریلوی علیہ الرحمۃ واجب جانتاہے کہ وہ کبیر فی العلم تھے۔۔۔"

جواب میں حضرت فقیہِ اعظم علیہ الرحمۃ نے تحریر کیا: "۔۔۔جواباً معروض کہ فقیر بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ کسی مسئلہ میں اپنی رائے کو اتباع پر مقدم نہیں رکھتااور مجدد ماۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی جلالت شان کو مانتااور تصانیف عالیہ سے بہت زیادہ استفادہ کرتاہے اور حضرت کے رسالہ مبارکہ "اجلی الاعلام بان الفتویٰ علی قول الامام "کی تحقیق کے مطابق تصحیح وترجیح مشائخ کو مانتاہوں ۔۔۔میں تو چیز ہی کیا۔۔۔بڑے بڑے مشائخ وعلماء کرام بھی مدعیانِ اجتہاد نہیں۔۔۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے افتائے عرفی سے کسی اہل علم کو منع نہیں فرمایااورنہ ہی یہ فرمایا کہ جو فتویٰ میری طرف منسوب ہو وہی حق اور واجب الاتباع ہے،بلکہ یہ بھی نہیں فرمایا کہ فَرعیّات میں میرے فتویٰ کے خلاف کوئی کچھ بول نہیں سکتا، خواہ کتنے بڑے بڑے اشکالات ظاہرہ پیش آئیں،لب ہی نہیں ہلا سکتااور نہ ہی اہل السنۃ والجماعۃ سے اس کے متعلق اطمینانِ قلب کے لئے کچھ عرض کرسکتاہے۔۔"[69]

مذکورہ اقتباسات سے واضح ہے کہ ابوالخیر نعیمی علیہ الرحمۃ محققانہ مزاج کے حامل تھے۔ایک اجتہادی اہلیت رکھنے والے پر یہی لازم ہے کہ وہ اپنے استنباط شدہ مسئلہ پر خود عمل کرے کوئی دوسرا کرے یانہ کرے۔آپ کو اللہ پاک نے جو اجتہادی بصیرت وملکہ عطافرمایا تھا دلائل کی بنیاد پر آپ نے نہ صرف اسلاف کے بیان شدہ بعض مسائل سے اپنا الگ موقف اختیار کیا بلکہ مسائلِ عصریہ جدیدہ کے حل میں عقدہ کشائی بھی فرمائی، فتاویٰ نوریہ جس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ایک مقام پر علماء کو دعوتِ فکر وعمل دیتے ہوئے درد بھرے انداز میں لکھتے ہیں :

"کیاتازہ حوادث ونوازل کے متعلق احکام شرعی نہیں کہ ہم بالکل "صمٌّ بکم" بن جائیں اور عملاًاغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذاللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔اس میں روزمرہ ضروریاتِ زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل ہی نہیں

؟"وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَاِلَّابِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِیْمِ"۔۔۔ مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود طے کر نہیں سکتی اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے۔فَاِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"[70]

فرقہ واریت سے بیزاری

اہلِ اسلام کے اضطراب، باہمی آویزش، معاندانہ رویہ اور فرقہ واریت سے آپ علیہ الرحمۃ سخت بیزار تھے۔ مسلمانوں کی اس حالت پر آپ کو سخت قلق تھا۔ چنانچہ اپنے ایک ہونہار شاگرد، مرید، خلیفہ اور مبلغِ اسلام حاجی غلام حسین نوری کو اپنے مکتوب محررہ دو مئی 1961ء میں رقمطراز ہیں:

> "اس وقت دنیا عجیب دور سے گزر رہی ہے۔ خصوصاً علماء کی عجیب حالت ہے۔ علماء کا آپس میں لڑنا بھڑنا اور ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل و تفسیق۔۔۔ وعظ ہے تو وہ بھی اٹیک اور اعتراض کے رنگ میں یا پھر بعض فرقوں کا خیال کرتے ہوئے کر رہے ہیں اور ضروری مسائل،ارکان اسلام کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔۔۔ یہ عجیب بات ہے ۔۔۔"۔[71]

بلا تحقیق جواب سے احتیاط

مفتی و فقیہ کے اوصاف میں یہ بھی ہے کہ وہ تحقیق کے بغیر جواب نہیں دیتااور نہ ہی عذر خواہی کو اپنی قصرِ شان سمجھتا ہے۔ یہ عجز وانکسار کا پہلو حضرت فقیہ اعظم کی ذات عالی میں موجود تھا۔آپ اپنے فتاویٰ میں تحقیق کا حق ادا کرتے۔ اگر کسی مسئلہ میں تحقیقی پہلو تشنہ ہوتا تو جواب سے پہلو تہی کرتے۔ چنانچہ ایک استفتاء میں مدرسہ احیاء العلوم بوریوالہ کے مہتمم مولانا عبدالعزیز صاحب نے تین سوالات کے جواب طلب کئے:

1۔ قربانی کا جانور، بھیڑ اور دنبہ چکی والا تیںوں کے لئے۔۔۔ ایک سال کا ہونا ضروری ہے یا کہ کسی ایک کا سال سے کم ہونا بھی کافی ہے؟

2۔ ریڈیو کا اعلان جب کہ حکومتِ اسلامیہ کی طرف سے کرایا جائے تو کیا رؤیتِ ہلال میں یہ اعلان معتبر ہوگا یا نہیں؟

3۔ امام اگر لاؤڈ سپیکر سامنے رکھ کر نماز پڑھائے۔۔۔ تو کیا مقتدیوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟

حضرت نعیمی علیہ الرحمۃ نے پہلے دو سوالات کے جوابات تحریر فرمائے اور تیسرے سوال کے جواب میں تحریر کیا: "واللہ تعالیٰ اعلم"۔۔۔ بعد ازاں تیسرے سوال پر جب تحقیق مکمل ہوئی تو آپ نے ایک رسالہ " مکبّر الصوت "جواب میں تحریر فرمادیا۔[72]

نتائج

(1)۔ اللہ پاک نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء ورسل بھیجے، خاتم النبیین کی تشریف آوری کے بعد فریضۂ تبلیغِ دین کا کام امتِ مصطفیٰ کے علماء وصلحاء کو تفویض کردیا گیا۔ اس قافلہ کے کامل افراد میں سے ایک فردِ کامل فقیہ العصر حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی قادری قدس سرہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی فقہی بصیرت سے ایک زمانے کو مستنیر و مستفیض کیا۔

(2)۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ نے فقیہ کے جو اوصاف بیان کئے ہیں، حضرت مفتی محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ ان کے کامل مصداق تھے۔

(3)۔ دنیا سے بے رغبتی اور ذوق عبادت سنّ شعور سے ہی، اللہ پاک نے آپ کو ودیعت فرمادیئے تھے۔

(4)۔ حضرت نعیمی علیہ الرحمۃ تقویٰ کے مراتب علیاء پر فائز تھے۔ آپ کا ہر قول و عمل سنت رسول کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔

(5)۔ حضرت نعیمی علیہ الرحمۃ نے خداداد دینی بصیرت سے زمانے کے تغیرات کو سمجھا اور پھر مسائلِ جدیدہ میں صحیح سمت اہل زمانہ کی راہنمائی کی۔

(6)۔ آپ نے دنیاوی اغراض ومقاصد اور لالچ سے دور رہتے ہوئے دینی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔ استغناء وتوکل کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی کسی سے مال وزر کا مطالبہ نہیں کیا۔

(7)۔ آپ نے ساری زندگی فتوی نویسی کے فرائض للّٰہیت اور خدمتِ خلق کے لئے انجام دیے۔ اس کام کو کبھی بھی آپ نے جلبِ زر اور طلبِ دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا۔

(8)۔ فقہی جزئیات پر آپ کی گہری نظر تھی۔ استنباطِ احکام میں اعتدال واحتیاط کی راہ پر گامزن تھے۔ عوام کے لئے مسائل میں آسانی کی راہ تلاش کرتے مگر اپنا عمل تقویٰ وعزیمت پر مبنی ہوتا۔

(9)۔ ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک مصلح کے طور پر اکابر علماء کے تسامحات کی نشاندہی فرماتے اور اصلاح کرتے۔

(10)۔ فتاویٰ نوریہ مفتی محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ کی علمی وسعت، قوتِ استدلال اور فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بعض فتاویٰ تو اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں جن میں بیسیوں مآخذ کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

(11)۔ حضرت نعیمی علیہ الرحمۃ فراستِ ایمانی سے اپنے تلامذہ ومریدین اور متعلقین کے احوال پر مطلع ہو کر ان کے احوال کی اصلاح فرماتے۔

(12)۔ آپ نے ایک عظیم مجتہد کا کردار ادا کرتے ہوئے زمانے کے چیلنج کو قبول کیا اور اپنی ایمانی فراست سے عصری مسائل کا حل قرآن وسنت اور اقوالِ ائمہ وفقہاء کی روشنی میں پیش کیا۔

(13)۔ آپ حرص ولالچ اور حبِّ دنیا سے پاک اور تقویٰ وورع کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ جس کی وجہ سے آپ کا ہر ہر فعل سنتِ نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آتا تھا۔

(14)۔ حق گوئی اور تقلیدِ جامد سے انحراف آپ کی شخصیت کے نمایاں اوصاف تھے۔اس لئے آپ نے نہ صرف اسلاف کے بیان شدہ بعض مسائل سے اپنا الگ موقف اختیار کیا بلکہ مسائلِ عصریہ جدیدہ کے حل میں عقدہ کشائی بھی فرمائی۔

(15)۔ فرقہ واریت سے آپ کی طبیعت نفور تھی۔

(16)۔ اپنے فتاویٰ میں آپ تحقیق کا حق ادا کرتے، اگر کسی مسئلہ میں تحقیقی پہلو تشنہ ہوتا تو جواب سے پہلو تہی کرتے۔

References

1۔آل عمران،104:3

2-اللہ پاک کے ہاں زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر دوام ہو اگرچہ وہ مقدار میں کم ہی ہو۔(بخاری، محمد بن اسماعیل(م،256ھ) صحیح بخاری حدیث نمبر:6464،دار طوق النجاۃ،الطبعۃ الأولی 1422ھ)

3۔ملامت کرنے والے کی ملامت سے وہ خوفزدہ نہیں ہوتے(المائدہ،54:5)

4۔ان کے دلوں میں اللہ پاک نے ایمان نقش فرمادیا ہے۔(المجادلہ،22:58)

5۔انہیں اللہ تعالی نے تقویٰ کے کلمہ پر استقامت عطا فرمادی(الفتح،26:48)

6۔(مومن کی فراست سے بچو)وہ اللہ تعالی کے نور سے دیکھتا ہے۔(معمر بن راشد(م153ھ)جامع معمر بن راشد،451/10،حدیث نمبر:19674،المجلس العلمی باکستان، طبع ثانیہ،1403ھ/ترمذی،ابو عیسی، محمد بن عیسیٰ(م279ھ)سنن الترمذی،298/5،حدیث نمبر:3127،باب ومن سورۃ الحجر، مصطفی البابی الحلبی، مصر،1975ء)

7۔الفقیہ علی معرفۃ استنباط الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ من ادلتھا التفصیلیۃ(الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ(م790ھ)الموافقات،½،دار ابن عفان، 1997ء)

8۔ابن عابدین شامی، سید محمد امین(م1252ھ)ردالمحتار،38/1،دار الفکر، بیروت،1412ھ

9۔صوفی محمد علی نوری، حضرت فقیہ اعظم کے مرید اور تلمیذ رشید آٹھ سال دار العلوم میں زیر تعلیم رہے۔پانچ سال تک انہین حضرت کا مسواک بردار اور کپڑے دھونے کی سعادت میسر رہی۔(صوفی، محمد علی نوری(انوارِ تقویٰ)ماہنامہ نور الحبیب(فقیہ اعظم نمبر)167، جلد:4، شمارہ:1، 2، جنوری، فروری،1992ء،انجمن حزب الرحمٰن، شعبہ تبلیغ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور)

10۔مرجع سابق،167

11۔نوری، محمد محب اللہ نوری، انوار مکتوباتِ فقیہِ اعظم، 12، فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور، 2107ء/صدر صاحب، انوار حیات، 33

12۔مرزا محمد ایوب، (عنوان: صاحبِ تقویٰ)، ماہنامہ نور الحبیب، (فقیہ اعظم نمبر)71

13۔مولانا محمد منشاء تابش قصوری بن میاں اللہ دین سیالوی 1944ء کو موضع ہری پور ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید گھر پر پڑھا۔ 1956ء میں میٹرک کیا۔ 1377ھ میں دار العلوم بصیر پور داخلہ لیا، 1385ھ میں درسِ نظامی کی تکمیل پر سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ شاعر و ادیب اور بہت سی کتب کے مصنف، مرتب اور مترجم ہیں۔ شعبہ تبلیغ انجمن حزب الرحمان بصیر پور کے ادارتی بورڈ میں شامل ہیں اور جامعہ نظامیہ لاہور میں شعبہ فارسی کے مدرس ہیں۔ (مرجع سابق، 164)

14۔مرجع سابق، 25

15۔حضرت علامہ مولانا میاں علی محمد المعروف بسی شریف والے سلسلہ چشتیہ کے عظیم بزرگ، پاکپتن زندگی بسر کی، وسیع حلقہ ارادت رکھتے تھے۔ علم دوست تھے اور پابند شرع تھے۔ آپ کا مزار حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے احاطہ میں ہے۔ (مقالہ نگار)

16۔حضرت مولانا خواجہ غلام حسین سدیدی بن خواجہ حافظ عبد الخالق بن حافظ خواجہ فیض بخش، آپ کے جدّ امجد خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔ 1938ء میں مڈل پاس کیا، پھر درسِ نظامی کی تکمیل کے لئے فرید پور جاگیر میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی شاگردی اختیار کی۔ 1946ء میں سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد "مدرسہ سلیمانیہ فیضیہ" کی بنیاد اپنے آبائی گاؤں کری والا میں رکھی۔ مختلف مدارس میں تدریسی خدمات بھی سر انجام دیتے رہے۔ شریعت و طریقت تقویٰ و طہارت اور فقر و درویشی میں یادگارِ اسلاف تھے۔ عالمِ با عمل شب زندہ دار، خلوص و مروت اور مہر و محبت کا پیکر تھے۔ انیس ربیع الاول 1416ھ/ سترہ اگست 1995ء جمعرات کی شام راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ (نوری، حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، 263،262)

17۔سدیدی، خواجہ غلام حسین، (کمال تقویٰ اور فقیہ اعظم) ماہنامہ نور الحبیب (فقیہ اعظم نمبر)152

18۔سدیدی، مرجع سابق158

19۔صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ ممتاز روحانی، علمی، ادبی اور سیاسی شخصیت تھے۔ 1911ء کو آلو مہار ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ فارسی عربی کی ابتدائی کتب کے بعد عصری علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنے والدِ مکرم سید محمد حسین شاہ سے بیعت ہوئے اور روحانی تربیت پائی۔ ان کے وصال کے بعد 1933ء میں آستانہ عالیہ امینیہ کے سجادہ نشین بنے۔ فصیح و بلیغ خطیب تھے۔ ایام شباب میں مجلسِ احرار کے پلیٹ فارم سے تحریک آزادیٔ ہند میں بھرپور حصہ لیا اور قیام پاکستان کے بعد مجلسِ احرار سے علیحدہ ہو کر جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہوئے۔ 1961ء میں جمعیت کے صدر بنے۔ تئیس فروری 1984ء کو آپ کا وصال ہوا۔ (نوری، انوارِ مکتوباتِ فقیہِ اعظم، 144، 145)

20۔چلتی گاڑی میں نماز کے جواز پر پانچ آیاتِ قرآنیہ سے استدلال و استشہاد کیا گیا ہے۔ (دیکھئے: فتاویٰ نوریہ، 1/208-212) نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے جواز پر بتکرار باون آیات اور سینتیس (37) احادیث مبارکہ سے استدلال و استشہاد کیا گیا ہے۔ (دیکھئے: فتاویٰ نوریہ، 1/363-455

)ریڈیو پر اعلانِ چاند کے معتبر ہونے پر دو آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔اور ضرورت مند بالخصوص مجاہدین کے لئے عطیہ خون دینے کے جواز پر پانچ آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔(دیکھئے: فتاویٰ نوریہ،2/562-568)

21۔نوری،انوار مکتوباتِ فقیہِ اعظم،134

22۔خلیل احمد نوری،پروفیسر،مشاہدات وتاثرات،56،فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور 2013ء

23۔مدنی،،حافظ رحمت علی،عنوان:(مزدلفہ میں صدقہ)ماہنامہ نور الحبیب(فقیہ اعظم نمبر)201

24۔مرجع سابق52

25۔دیکھیے: فتاویٰ نوریہ،1/519-521

26۔نوری،انوار مکتوباتِ فقیہِ اعظم،107

27۔حضرت علامہ الشاہ محمد عارف اللہ قادری اہل سنت کے نامور خطیب1913ء میں یوپی کے شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔علمی خانوادے سے تعلق تھا۔ان کے والد شاہ حبیب اللہ قادری اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مجاز تھے۔1953ءاور1974ء کی تحریک ختم نبوۃ میں بھرپور حصہ لیا۔اندرون وبیرون ملک بے شمار تبلیغی سفر کئے۔اٹھائیس فروری1979ء کوراولپنڈی میں وصال فرمایا۔(مرجع سابق،162)

28۔حضرت مفتی سید مسعود علی قادری1909ء میں یوپی میں پیدا ہوئے۔مارہرہ شریف علی گڑھ اور رام پور وغیرہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ 1951ء میں پاکستان آئے اور مدرسہ "انوار العلوم "ملتان تدریس وافتاء کے فرائض سرانجام دینے لگے۔1971ء میں علالت کی بنیاد پر کراچی منتقل ہوگئے۔ان کے بڑے صاحبزادے عالمی مبلغ سید سعادت علی قادری متعدد کتب کے مصنف ہیں۔چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر سید شجاعت علی قادری بلند پایہ عالم دین مصنف اور وفاقی شرعی عدالت کے جسٹس تھے۔انہوں نے نوفروری1973ء کووفات پائی۔(مرجع سابق،163)

29۔نعیمی،فتاویٰ نوریہ،1/187

30۔استفتاء میں عیسائیوں کی ایک کمپنی(پاکستان موضع کھوڑ میں اٹک آئل کمپنی)کا ذکر ہے جو اپنے ملازمین سے کئے گئے وعدہ کی بنیاد پر تعمیر مسجد کے لئے رقم دینا چاہتی تھی۔(مقالہ نگار)

31۔مرجع سابق،1/188

32۔نوری،انوارِ مکتوباتِ فقیہِ اعظم،126،127/دیکھئے: فتاویٰ نوریہ،3/153-160

33۔البقرۃ،2:43

34۔بخاری،محمد بن اسماعیل(م259ھ)الصحیح البخاری،1/85،حدیث نمبر:378،باب الصلوۃ فی السطوح والمنبر والخشب . . .

35۔مرجع سابق،1/129،حدیث نمبر:635،باب قول الرجل: فاتتنا الصلوۃ . . .

36۔ مرجع سابق، 141/1، حدیث نمبر: 695، باب امامۃ المفتون والمبتدع . . .

37۔ لکھنوی، محمد عبدالحہ، (م1304ھ) عمدۃ الرعایۃ بتحشیۃ شرح الوقایۃ، 48/1، مرکز العلماء العالمی للدراسات

38۔ نعیمی، فتاویٰ نوریہ، 559/1، 560

39۔ سیالوی، محمد اشرف (عنوان: مجمع البحرین) ماہنامہ 'نور الحبیب' (فقیہ اعظم نمبر) 283

40۔ مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمۃ، حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے شاگردِ خاص، قابل مدرس، اور معقول ومنقول پر کامل دسترس رکھنے والے تھے۔ جامعہ نعیمیہ (برائے طلبہ) اور جامعہ سراجیہ (برائے طالبات) لاہور کے بانی تھے۔ مارچ 1988ء میں وصال ہوا۔ (نوری، حضرت فقیہِ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، 418، 419)

41۔ نوری، (عنوان: حیاتِ مبارک) فتاویٰ نوریہ، 46/3، اشاعت ستمبر 1983ء

42۔ نعیمی، فتاویٰ نوریہ، 239/1، 240

43۔ مرجع سابق، 241/1-248

44۔ مرجع سابق، 248/1-264

45۔ مرجع سابق، 222/3-236

46۔ مرجع سابق، 471/3-480

47۔ مرجع سابق، 464/3، 465

48۔ خلیل احمد نوری، پروفیسر، (عنوان: فقیہِ اعظم کا نظریۂ تربیت اور طریقِ کار) ماہنامہ نور الحبیب (فقیہ اعظم نمبر) 60

49۔ نعیمی، فتاویٰ نوریہ، 363/1-455

50۔ مرجع سابق، 568/3-580

51۔ مرجع سابق، 562/2-568

52۔ مرجع سابق، 535/3-561

53۔ مرجع سابق، 208/1-212

54۔ مرجع سابق، 628/3

55۔ مرجع سابق، 241/2-266

56۔ مرجع سابق، 215/2-235

57۔ مرجع سابق،199-177/2

58۔ مرجع سابق،305-302/2

59۔ مرجع سابق،519/1

60۔ مرجع سابق،619/3

61۔ مرجع سابق،199-191/5

62۔اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے (الانعام،152:6)

63۔آپ فرمایئے کہ بے شک حرام کر دیا ہے میرے رب نے بے حیائیوں کو جو ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔(الاعراف،33:7)

64۔اور چاہیے کہ پاک دامن بنے رہیں وہ لوگ جو نہیں پاتے شادی کرنے کی قدرت یہاں تک کہ غنی کر دے انہیں اللہ تعالی اپنے فضل سے (النور،33:24)

65۔جو(نکاح کی)طاقت نہیں رکھتا اس پر لازم ہے کہ روزے رکھے پس بے شک یہ اس کے لئے اندھا کنواں ہے۔(بخاری، صحیح بخاری، 3/7،حدیث نمبر:5065،باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءة فلیتزوج)

66۔ نعیمی، فتاویٰ نوریہ،451/2

67۔ خلیل احمد نوری، مشاہدات وتاثرات،56

68۔ سراج الفقہاء مولانا سراج الدین بن مولانا احمد یار بن مولانا محمد عالم فنِّ میراث میں ماہر عالم دین تھے۔1303ھ کو خان پور کے مضافاتی قصبہ مکھن بیلہ میں ولادت ہوئی۔ستر سال مسندِ تدریس پر براجمان رہے۔الزبدۃ السراجیہ آپ کی معروف تصنیف ہے۔بارہ دسمبر 1972ء کو آپ کا انتقال ہوا۔(نوری، انوارِ مکتوباتِ فقیہ اعظم،142)

69۔ مرجع سابق،138

70۔ نعیمی، فتاویٰ نوریہ،533/3

71۔ نوری، حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ،492

72۔ نعیمی فتاویٰ نوریہ،455-452/3